نوٹ

25

مرزا سلامت علی دبیرؔ

شاعر کا تعارف

مرزا سلامت علی دبیرؔ کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ اپنے والد مرزا غلام حسین کے ساتھ بچپن ہی میں لکھنؤ چلے آئے اور مستقل طور پر رہنے لگے۔ محنت اور شوق کی بدولت اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ شاعری کا شوق فطری اور مرثیہ گوئی سے بچپن ہی سے دلچسپی تھی۔ میر مظفر حسین ضمیرؔ کے شاگرد ہوئے اور ایک مرثیہ گو کی حیثیت سے نام کمایا۔ دبیرؔ اودھ کے دربار سے وابستہ تھے۔ مرزا دبیرؔ کی شہرت کے زمانے میں میر انیس فیض آباد سے لکھنؤ پہنچے اور ان دونوں مرثیہ گویوں میں مقابلے ہونے لگے۔ میر انیسؔ کی طرف کے لوگ ''انیسیے'' اور مرزا دبیرؔ کے لوگ ''دبیریے'' کہلاتے تھے۔ یہ مقابلے تہذیب اور متانت کی حدود میں ہوتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتے تھے۔

مرزا دبیرؔ کے مرثیوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ انھوں نے رباعیات، سلام اور نوحے بھی لکھے ہیں۔ محرم ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا اور اپنے گھر میں ہی دفن ہوئے۔

مقاصد

یہ سبق پڑھ کر آپ:

- مرثیے میں پیش کیے گئے جذبات کو اپنے الفاظ میں بیان کر سکیں گے؛
- اس مرثیے کے اشعار کی تشریح و تحسین کر سکیں گے؛
- مسدس کی تعریف بیان کر سکیں گے؛
- نئے الفاظ اور رعایت لفظی کی شناخت کر لیں گے۔

نوٹ

25.1 اصل سبق

آیئے اب مرثیے کو ایک بار پڑھ لیں۔

حضرت امام حسین کا حضرت علی اصغر کے لیے پانی مانگنا

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفیٰ
لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہوں گا کیا
نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو، نہ التجا
منت بھی گر کروں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا
پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری
پیاسے کی جان جائے گی اور آبرو مری

پہنچے قریبِ فوج تو گھبرا کے رہ گئے
چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے

آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

گو میں بقولِ عمر و شمر، ہوں گناہ گار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
شش ماہہ، بے زبان، نبی زادہ، شیر خوار
ہفتم سے سب کے ساتھ پیاسا ہے بے قرار

سبط: پوتا، نواسا
سبطِ مصطفیٰ: حضرت محمدؐ کے نواسے یعنی حضرت حسینؓ
عدو: دشمن
آبرو: عزت
سوال کرنا: مانگنا
رنگ فق ہونا: رنگ اڑ جانا
پسر: بیٹا
عمر: عمر ابن سعد، یزیدی فوج کا سپہ سالار
شمر: حضرت حسین کا قاتل
شش ماہہ: چھ مہینے کا

نوٹ

سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

یہ کون بے زباں ہے تمہیں کچھ خیال ہے
دُرِ نجف ہے بانوے بے کس کا لال ہے
لو مان لو تمہیں قسم ذوالجلال ہے
یثرب کے شاہ زادے کا پہلا سوال ہے

پوتا علی کا تم سے طلب گار آب ہے
دے دو کہ اس میں ناموری بے حساب ہے
پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر
رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پدر
باقی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر
سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر

پھیری زبان لبوں پہ جو اس نور عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

25.2 متن کی تشریح

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبط مصطفی
لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا
نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو، نہ التجا
منت بھی گر کروں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا

پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری
پیاسے کی جان جائے گی اور آبرو مری

سن: عمر
مظلوم: جس پر ظلم کیا گیا ہو
مظلوم زادہ: مظلوم کا بیٹا
در نجف: ایک سفید پتھر جو نجف میں پایا جاتا ہے نجف عراق کے ایک شہر کا نام ہے جہاں حضرت علی کا مزار ہے۔ حضرت علی اصغر حضرت علی کے پوتے تھے، اس رعایت سے انہیں در نجف کہا گیا ہے۔
بانو: حضرت حسین کی زوجہ اور حضرت علی اصغر کی والدہ شہربانو
ذوالجلال: صاحب جلال، دبدبے والا مراد خدائے تعالیٰ
ناموری: نیک نامی، شہرت
نورعین: آنکھوں کی روشنی، مراد بیٹا

نوٹ

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے
چاہا کریں سوال، پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرّا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرے سے سرکار کے رہ گئے

آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں
گر میں بقول عمر و شمر، ہوں گناہ گار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور وار
شش ماہہ، بے زبان، نبی زادہ شیر خوار
ہفتم سے سب کے ساتھ پیاسا ہے بے قرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

ان تین بندوں میں شاعر نے حضرت امام حسین کی طبیعت کی خودداری اور عزت نفس کا بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب حضرت شہر بانو حضرت علی اصغر کو پیاس سے تڑپتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں، تو انہوں نے حضرت امام حسین سے کہا کہ آپ اسے یزید کی فوج کے پاس لے جایئے شاید انہیں معصوم پر ترس آجائے۔ حضرت امام حسین بھی بچے کی سوکھے ہونٹ دیکھ کر مجبور ہو گئے اور بچے کو گود میں لے کر دریا کی طرف چل پڑے حضرت امام حسین کی طبیعت میں اس قدر خودداری تھی کہ انہوں نے اپنی جائز ضرورت کے لئے بھی اپنی زندگی میں کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا۔ مگر اس وقت بچے کی حالت دیکھ کر پانی مانگنے کے لئے مجبور ہو گئے تھے۔ اسی لئے غیرت کی وجہ سے ان کے قدم نہیں اٹھتے تھے اور وہ سوچ رہے تھے کہ وہاں جا کر کیا کہوں گا اور پانی کس طرح مانگوں گا۔

یہی سوچتے ہوئے وہ یزید کی فوج کے قریب پہنچ گئے مگر ان لوگوں کی طرف دیکھ کر گھبرا گئے، شرم کے مارے چہرے کا رنگ، اڑ گیا اور زبان بند ہو گئی۔ بچے کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر حضرت علی اصغر کا پیاس کی شدت کا نڈھال چہرہ ان لوگوں کے سامنے کر دیا اور بس اتنا ہی کہہ سکے کہ میں اپنے لئے کچھ مانگنے یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ یہ معصوم بچہ مجھے یہاں لے آیا ہے۔ اس کے بعد آنکھیں جھکا کے بولے کہ عمر بن سعد اور شمر کے کہنے کے مطابق تمہار گناہ گار تو میں ہوں۔ اس لئے مجھے جو چاہے سزا دے لو۔ مگر چھ مہینے اس کے دودھ پیتے بچے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ خدا کے لے اس کے اوپر رحم کرو اور اسے ایک گھونٹ

پانی پلادو کہ یہ اب پیاس کے مارے مرنے کے قریب ہے۔

24.3 زبان کے بارے میں

رنگ فق ہونا۔ سوال کرنا۔ تھرّا جانا۔ آنکھیں جھکانا۔ یہ سب محاورے ہیں۔

'فوج عمرؔ' سے مراد یزید کی فوج ہے۔ عمر بن سعد یزید کی فوج کا سپہ سالار تھا اسی لئے اسے فوج عمر کہا ہے۔ دوسرے بند میں گھبرا کے، شرما کے، تھرا کے، آنکھیں جھکا کے، قافیے استعمال کر کے شاعر نے حضرت امام حسین کی خودداری اور غیرت کا بیان کیا ہے۔

تیسرے بند میں شاعر نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جب کوئی غیرت مند انسان کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے تو اس کی آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔

مرثیے کا ہر بند چھ مصرعوں کا ہوتا ہے۔ پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور باقی دو مصرعوں میں قافیے کے ساتھ ردیف بھی ہوتا ہے۔ ان مصرعوں کا قافیہ پہلے چار مصرعوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ایسی نظم کو مسدس کہتے ہیں۔

متن پر سوالات 25.1

درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

1. سبطِ مصطفیٰ کسے کہا گیا ہے؟
   - (i) حضرت علی اصغر کو۔
   - (ii) حضرت علی اکبر کو۔
   - (iii) حضرت امام حسین کو۔

2. "لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا"

   اس مصرعے سے حضرت امام حسین کی طبیعت کی کون سی خوبی کا پتہ چلتا ہے؟
   - (i) خودداری
   - (ii) احساس کمتری
   - (iii) سرکشی

3. "آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں" اس مصرعے میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟
   - (i) حضرت حسین بہت غیرت مند تھے۔

(ii) امام حسین اپنے لئے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا سکتے تھے۔

(iii) امام حسین نے تعظیماً آنکھیں جھکالی تھیں۔

25.4 متن کی تشریح

یہ کون بے زباں ہے، تمہیں کچھ خیال ہے
در نجف ہے، بانوے بے کس کا لال ہے
لو مان لو، تمہیں قسمِ ذوالجلال ہے
یثرب کے شاہ زادے کا پہلا سوال ہے
پوتا علی کا تم سے طلب گارِ آب ہے
دے دو کہ اس میں ناموری بے حساب ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر
رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پدر

باقی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر
سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر

پھیری زبان لبوں پہ جو اس نور عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

پچھلے تین بندوں میں شاعر نے یہ بتایا ہے کہ حضرت امام حسین نے چونکہ یزید کی فوج کے سامنے دست سوال دراز کیا تھا، اس لئے ذرا دبے ہوئے لہجے میں بات کرر ہے تھے۔ مگر پھر حضرت کو جلال آ گیا اور آپ نے اونچی آواز میں کہا، تمہیں کچھ پتہ بھی ہے کہ یہ معصوم، بے زبان اور پیاس کی شدت سے نڈھال بچہ کون ہے۔ یہ نجف کا موتی اور ایران کی شہزادی شہر بانو کا لال ہے۔ تمہیں خدا کی قسم ہے اس بے کس اور بے زبان کی فریاد سن لو کہ مدینے کا شہزادہ اور حیدر کرار کا پوتا تم سے پانی مانگ رہا ہے۔ اگر تم اس معصوم کو اس وقت پانی پلا دو گے تو تاریخ میں تمہارا نام نیکی اور احترام کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ تمہیں اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔ تم لوگ یہی چاہتے تھے تا کہ ہمیں جھکنے پر مجبور کر دو۔ لو تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔ اب اس معصوم کے سوکھے ہونٹوں کو تر کر دو۔

نوٹ

پھر حضرت امام حسین حضرت علی اصغر سے مخاطب ہوئے اور بولے۔ میرے بچے! تمہاری پیاس بجھانے کے لئے میں ان لوگوں کو جتنی خوشامد کرسکتا تھا وہ میں نے کرلی۔ اب میرے پاس کہنے کو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اب تم بھی منہ کو کھول کر اپنی پیاس سے اکڑی ہوئی زبان انہیں دکھادو۔ شاید ظالموں کو ترس آجائے اور یہ تمہیں پانی پلادیں۔ جب حضرت علی اصغر نے بمشکل تمام اپنا منہ کھولا اور زبان باہر نکالی تو حضرت امام حسین سے بچے کی طرف دیکھا نہ گیا۔ بچے کی تکلیف کو دیکھ کر وہ کانپ اٹھے اور انہوں نے بے اختیار آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر گویا خدا سے فریاد کی۔

25.5 زبان کے بارے میں

چوتھے بند میں شاعر نے رجز کا انداز اختیار کرلیا ہے اور حضرت علی اصغر کو عراق کا موتی، حضرت شہر بانو کا لال، یثرب کا شہزادہ اور علی کا پوتا کہہ کر حضرت علی اصغر کے مقام و مرتبے کو جتانے کی کوشش کی ہے۔

آخری بند میں شاعر نے حضرت امام حسین کی مجبوری و بے بسی دکھائی ہے۔ اسی لئے اس نے، جو کہنا تھا کہہ چکا' 'باقی رہی نہ بات کوئی' 'سوکھی زبان تم بھی دکھادو نکال کر' جیسے لفظ استعمال کئے ہیں۔ جن سے دل پر بڑا اثر ہوتا ہے۔

چوتھے اور پانچویں بند میں رعایتِ لفظی کا استعمال کیا گیا ہے۔

چوتھے بند میں حضرت علی اصغر کے لئے 'درنجف' بانوے بے کس کا لال' یثرب کا شہزادہ اور پانچویں بند میں 'پسر اور نورعین' جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

جب کلام میں ایک لفظ کی رعایت سے دوسرے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں تضاد کا رشتہ نہیں ہوتا تو اسے صنعتِ رعایتِ لفظی کہتے ہیں۔ جیسے پسر اور نورعین ایک دوسرے کی رعایت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

متن پر سوالات 25.2

درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

1. جب ایک لفظ کی رعایت سے دوسرے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو اسے کہتے ہیں:
   - (i) استعارہ
   - (ii) حسنِ تعلیل
   - (iii) رعایتِ لفظی
2. 'سوکھی زبان تم بھی دکھادو نکال کر،

نوٹ

اس مصرعے میں حضرت حسین کی کیا حالت بیان کی گئی ہے؟

(i) بے بسی و مجبوری کی

(ii) گھمنڈ و غرور کی

(iii) بے نیازی کی

3. مرزا اسلام علی دبیر مرثیے کے مشہور شاعر ہیں اور میر انیس کے ہم عصر ہیں۔

ایسی نظم جس کا ہر بند چھ مصرعوں سے مختلف ہو، مسدس کہلاتی ہے۔

رعایت لفظی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں کوئی لفظ کسی دوسرے لفظ کی رعایت سے استعمال ہوتا ہے۔

25.6 مزید مطالعہ

دبیر کے اس مرثیے کو تلاش کر کے پورا پڑھیے۔

شبلی کی کتاب ''موازنہ انیس و دبیر'' پڑھیے۔

25.9 اختتامی سوالات

1. اس مرثیے میں حضرت علی اصغر کے لئے کیا الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔
2. یزید کی فوج کی طرف جاتے ہوئے حضرت امام حسین کے دل میں کیا خیالات آرہے تھے اور کیوں؟
3. آخری بند میں شاعر نے حضرت امام حسین کے کن جذبات کی ترجمانی کی ہے۔
4. اس مرثیے کو پڑھنے کے بعد آپ کے دل پر کیا اثر ہوتا ہے، چند جملوں میں بیان کیجئے۔
5. نظم کی کس قسم کو مسدس کہتے ہیں؟

متن پر سوالات کے جوابات

25.1 .1 (iii) .2 (i) .3 (ii)

25.2 .1 (iii) .2 (i) .3 (iii)